Vol. 6 No.4   2023

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

اردو ادب کی تحریکیں از ڈاکٹر انور سدید۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ

وسیم ارشد

معاون شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر عائشہ مقصود

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدرِ شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Movements and trends have played a very important role in the evolution, expansion, diversity and changes of Urdu language and literature. The two movements which influenced Urdu language literature the most are the Aligarh Movement and the progressive movement. The Aligarh Movement freed Urdu prose from the shackles of Musja' and Muqfi, and the most important role in this is the founder of Aligarh Movement, Sir Syed Ahmed Khan. Limiting it to learning, writing and its skills, large lectures on its development are not given but given. The book under review "Urdu Literature Movements" is the research paper of respected Dr. Anwar Sadeed, on which he received his PhD degree from Punjab University. In it, he has presented a detailed outline of these movements of Urdu literature. Ten editions of "Urdu Adab Ki Tehrikeen" have been printed so far.

Keyword:

انور سدید، ادبی تحریکیں، علی گڑھ تحریک، حرف چند، تقلید، پیروی

ڈاکٹر انور سدید ۴ دسمبر ۱۹۲۸ء کو ضلع سرگودھا کے دور افتادہ قصبہ مہانی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سرگودھا اور ڈیرہ غازی خان کے عام سکولوں میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ مزید تعلیم کے لیے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ انور سدید نے ''اردو ادب کی تحریکیں'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، ان کے نگران وزیر آغا تھے، پنجاب یونیورسٹی نے ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر شمس الحسن صدیقی کو ان کا ممتحن مقرر کیا۔ دونوں نے ان کے مقالے کو نظیر قرار دیا جو آئندہ طلبہ کو رہنمائی فراہم کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر انور سدید نے ۸۸ کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں۔

کتاب کا تعارف:

اُردو زبان و ادب کے ارتقا، وسعت، تنوع اور تبدیلیوں میں تحریکوں اور رجحانات کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ انھی تحریکوں اور رجحانات کے زیر سایہ اردو زبان و ادب کی پرورش و پرداخت ہوئی اور انھی کے زیر نگرانی اس کے حسن میں نکھار آیا جس نے پوری دنیا کو مسحور کر دیا اور لوگ اس کے دامِ سحر میں گرفتار ہونے لگے۔ جن دو تحریکوں نے اردو زبان ادب کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ علی گڑھ تحریک اور ترقی پسند تحریک ہے۔ علی گڑھ تحریک ہی نے اردو نثر کو مسجع و مقفیٰ کی بیڑیوں سے آزاد کرایا اور اس میں سب سے اہم رول بانیِ علی گڑھ تحریک سر سید احمد خاں کا ہے۔ عمومی طور پر پاکستان اور خصوصی طور پر بیرون ملک میں اردو، پنجابی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 6 No.4 2023

اور پاکستان کی دوسری زبانوں اور ثقافتوں کو بچانے کے لیے کئی تنظیمیں اور تحریکیں بڑی بے چارگی سے ہاتھ پاوں مارتی نظر آتی ہیں۔اسی سلسلے میں بے شمار پروگراموں اور ادبی محفلوں کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ان ادبی اور ثقافتی محفلوں میں ادب،شاعری اور زبان کی نوعیت اور ہیت کو پڑھائی، لکھائی اور اس کے ہنر تک محدود رکھتے ہوئے اس کی تعمیر و ترقی کے بڑے بڑے لیکچر دیئے نہیں بلکہ پلائے جاتے ہیں۔زیر نظر کتاب ''اردو ادب کی تحریکیں'' محترم ڈاکٹر انور سدید کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر انھیں جامعہ پنجاب سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی۔اس میں انھوں نے اردو ادب کی انھی تحریکوں کا تفصیلی خاکہ پیش کیا ہے۔ ''اردو ادب کی تحریکیں'' کے اب تک دس اڈیشن چھپ چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''اردو ادب کی تحریکیں'' کا دیباچہ ڈاکٹر فاطمہ حسن، حرفِ چند جمیل الدین عالیؔ اور پیش لفظ ڈاکٹر انور سدید نے تحریر کیا ہے۔کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے،ذیل میں مختصراً تمام ابواب کا جائزہ لیا جائے۔

جس طرح عام طور پر فنی تحریکیں ہوتی ہیں،اسی طرح ادبی تحریکیں مختلف تاریخی اور جمالیاتی رجحانات ہیں جو ادب کی تاریخ کو تشکیل دیتی ہیں۔یعنی ہم ان مختلف ادبی پہلوؤں کا حوالہ دیتے ہیں جو اس فنی صنف کے تاریخی ارتقا کے دوران دنیا کے مختلف خطوں میں اُبھرے ہیں۔تحریک کا بنیادی کام جمود کو توڑنا اور ٹھہرے ہوئے پانی میں ہلچل پیدا کرنا ہے۔ادب میں جب ایک لمبے عرصے تک خیالات،اُسلوب،ہیئت اور لفظیات کی سطح پر یکسانیت طاری رہے تو ایسے میں اس بات کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ کسی نئی تحریک کے ذریعے ادب کے ٹھہرے ہوئے پانی میں ارتعاش پیدا کیا جائے۔ادبی تحریک اپنے سامنے دیگر تحریکوں کی طرح ایک واضح ادبی نصب العین رکھتی ہے۔اس کے تحت یہ بات غیر محسوس طور پر یا ارادی طور پر طے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ

۱۔ ادب کیا ہے؟ ۲۔ اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟

۳۔ کسی صنف یا فن پارے کے لیے ہیئت اور اسلوب کی سطح پر کون کون سی تبدیلیاں ممکن ہیں یا ناگزیر ہیں؟

۴۔ اور موضوعاتی سطح پر ادب کو اب کس نوعیت کے امکانات کو اپنے دائرے میں سمیٹنے کی ضرورت ہے؟

ڈاکٹر انور سدید نے ادبی تحریک کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ادبی تحریک فی الاصل ادب کے جمود کو توڑنے اور اس کی کہنگی کو زائل کر کے تنوّع اور نیرنگی پیدا کرنے کا عمل ہے۔''(۱)

تحریک اور رجحان کا فرق:

تبدیلی کی خواہش کسی بھی فرد کے ذہن میں جنم لے سکتی ہے اور وہ فرد تبدیلی لانے کے لیے اپنے طور پر جدوجہد بھی کر سکتا ہے۔لیکن جب تک اس خواہش میں دوسرے لوگ شریک نہ ہوں اور اجتماعی طور پر واضح اور شعوری لحاظ سے اپنی اس آرزو کا اظہار نہ کریں،اس وقت تک اس نئے طرزِ احساس کو اپنے قدم جمانے کا موقع نہیں ملتا۔جب ادبا کا ایک پورا گروہ ارادی یا غیر ارادی طور پر اپنی اپنی تخلیقات میں کسی خاص طرزِ احساس کو اُجاگر کرنے لگے تو عموماً ایسی کیفیت کو رجحان کا نام دیا جاتا ہے۔جب یہ رجحان رفتہ رفتہ پھیلنے لگتا ہے اور اس کے زیرِ اثر ادبا اور شعرا کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے تو پھر یہ رجحان اپنی توسیعی صورت میں تحریک کا روپ دھار لیتا ہے بشرطیکہ یہ نیا ادبی رجحان مبنی بر حقائق ہو،اثر پذیر ہو اور اسے عصری صورتِ حال کا معروضی تجزیہ کر کے پروان چڑھایا گیا ہو۔اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''ہر تحریک اپنا دائرہ عمل خود وضع کرتی اور معینہ حدود میں رہ کر انسان اور معاشرے کی جامد حالت منقلب کرنے کی کوشش کرتی ہے۔''(۲)

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

رجحان اور تحریک میں بنیادی فرق یہ ہے کہ رجحان اکثر نمایاں اور تیز رفتار نہیں ہوتا۔اس کے برعکس تحریک تند و تیز ہوتی ہے۔ تحریک سمت نمائی کا فرئضہ بھی انجام دیتی ہے جب کہ رجحان کی سمت واضح نہیں ہوتی اور اس کا نصب العین پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتا۔زیر نظر کتاب **"اردو ادب کی تحریکیں"** دراصل یہ کتاب ڈاکٹر انور سدید کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ ہے۔یہ مقالہ بارہ ابواب اور ایک اختتامیہ پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں تحریک اور اس کے عوامل کو تفصیلاً ذکر کیا ہے۔جمود اور حرکت کا فرق واضح کیا گیا ہے،انسانی زندگی ایک ایسے عملِ مسلسل کا نام ہے جس کا طبعی تحرک کبھی ختم نہیں ہوتا،دوسری طرف حرکت جمود کے مخالف عمل کا نام ہے۔اس کے علاوہ تحریک سے ہمدادانہ جذبے کا فروغ، تقلید، پیروی اور تحریک کے زوال اور اس کے مختلف عوامل سے تحریک کا بنیادی سائنسی عمل دریافت کیا گیا ہے۔کتاب کا یہ باب دراصل وہ کلید ہے جس سے ہر دور کی تحریک کا داخلی مزاج اور خارجی جہت متعین کی گئی ہے۔بعدازاں درج ذیل تحاریک کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔رومانی اور کلاسیکی تحریک، تہذیبی ترقی کی روشنی میں دنیا کی قدیم تحریکوں کا مطالعہ، قرون وسطیٰ کی مذہبی تحریکیں، عیسائیت کی تحریک، اسلام کی تحریک، مغرب میں احیاءالعلوم کی تحریک، مغربی ادب کی عمرانی تحریک، اصلاحِ مذہب کی تحریک، مغرب کی کلاسیکی تحریک، مغرب کی کلاسیکی تحریکیں، مغرب کی رومانی تحریک، وجودیت کی تحریک، آزاد تلازمۂ خیال کی تحریک، سرّیئلی تحریک، تجریدیت، علامت نگاری کی تحریک، تحریک تاثریت، مارکسی تحریک۔

دوسرے باب میں ریختہ کی اولین اور اہم تحریکوں کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔اس باب میں برصغیر کی قدیم تحریکوں (بھگتی تحریک اور صوفیائے تحریک) کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ریختہ کی پہلی تحریک میں امیر خسرو اور دوسری تحریک میں ولی دکنی کا نام ملتا ہے جن کی بدولت اردو زبان و ادب کے ارتقا میں خدمات پیش کی۔

تیسرا باب اٹھارھویں اور انیسویں صدی کی لسانی تحریکیں پر مشتمل ہے۔فارسی اور مقامی زبانوں کے تصادم سے پیدا ہونے والی تحریکوں کو ذکر کیا ہے۔اس باب میں ایہام گوئی کی تحریک، اس کا ردعمل، اصلاحِ زبان کی تحریک اور اس کا ردعمل تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ولی دکنی کا دیوان ۱۷۲۰ء میں دہلی پہنچا تو دیوان کو اردو میں دیکھ یہاں کے شعرا کے دلوں میں جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا اور پھر ہر طرف اردو شاعری اور مشاعروں کی دھوم مچ گئی۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ ولی کے تتبع میں شمالی بھارت میں جو شاعری شروع کر دیا اس میں سب سے نمایاں عنصر "ایہام نومبر" تھا۔اس دور کے لیے شعرا ایہام گو یہ کہا جاتا ہے۔اس دور کی شاعری میں ایہام کو نمایاں فروغ حاصل ہوا۔

مقالہ کے چوتھے باب میں فورٹ ولیم کالج کی تحریک پر جامع انداز میں بات کی گئی ہے۔اس میں فورٹ ولیم کالج کا پس منظر تفصیلاً بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح فورٹ ولیم کالج کا کردار اُردو نثر کو فروغ دینے میں اہمیت کا حامل ٹھہرا۔اُردو نثر کی تاریخ میں خصوصاً یہ کالج سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔اگرچہ کالج انگریزوں کی سیاسی مصلحتوں کے تحت عمل میں آیا تھا۔تاہم اس کالج نے اُردو زبان کے نثری ادب کی ترقی کے لیے نئی راہیں کھول دیں تھیں۔سرزمین پاک و ہند میں فورٹ ولیم کالج مغربی طرز کا پہلا تعلیمی ادارہ تھا جو لارڈ ڈولزلی کے حکم پر ۱۸۰۰ء میں قائم کیا گیا تھا۔

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ انگریزوں نے یہ کالج سیاسی مصلحتوں کے تحت قائم کیا تھا۔تاکہ انگریز یہاں کی زبان سیکھ کر رسم و رواج سے واقف ہو کر اہل ہند پر مضبوطی سے حکومت کر سکیں۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ فورٹ ولیم کالج شمالی ہند کا وہ پہلا ادبی اور تعلیمی ادارہ ہے جہاں اجتماعی حیثیت سے ایک واضح مقصد اور منظم ضابطہ کے تحت ایسا کام ہوا جس سے اردو زبان و ادب کی بڑی خدمت ہوئی۔اس کالج کے ماتحت جو علمی و ادبی تخلیقات ہوئیں جہاں وہ ایک طرف علمی و ادبی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں تو دوسری طرف ان کی اہمیت و افادیت اس بناء پر بھی ہے کہ ان تخلیقات نے اردو زبان و ادب کے مستقبل کی تعمیر و

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

تشکیل میں بڑا حصہ لیا۔ خصوصاً ان تخلیقات نے اردو نثر اور روش کو ایک نئی راہ پر ڈالا۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمن صدیقی اپنی کتاب ''اُردو ادب کی تاریخ'' میں فورٹ ولیم کالج کی بابت رقم طراز ہیں:

''فورٹ ولیم کالج ایک ایسا ادارہ ہے جس نے اُردو ادب کو نثری ادب پاروں سے مالا مال کیا۔ اسی کالج کے ذریعہ نہ صرف اُردو زبان و ادب کا ارتقاء ہوا بلکہ سادہ، سلیس اور صاف ستھری زبان کا آغاز بھی اسی کالج کی بدولت ہوا۔ اسی لیے فورٹ ولیم کالج کی خدمات اُردو ادب کی تاریخ میں فراموش نہیں کی جاسکتیں۔''(۳)

ڈاکٹر انور سدید نے اس تحریک کے ادبی اور سیاسی زاویے کو یکساں اہمیت دی ہے اور دستیاب مواد سے ذاتی اخذ کرنے کی سعی کی ہے۔

پانچواں باب علی گڑھ تحریک پر مشتمل ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی اور سقوطِ دہلی کے بعد مسلمانان برصغیر کی فلاح بہبود کی ترقی کے لیے جو کوششیں کی گئیں، عرف عام میں وہ'' علی گڑھ تحریک'' کے نام سے مشہور ہوئیں۔ سرسید نے اس تحریک کا آغاز جنگ آزادی سے ایک طرح سے پہلے سے ہی کر دیا تھا۔ غازی پور میں سائنٹفک سوسائٹی کا قیام اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ لیکن جنگ آزادی نے سرسید کی شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کیے اور ان ہی واقعات نے **علی گڑھ تحریک** کو بارآور کرنے میں بڑی مدد دی۔ لیکن یہ پیش قدمی اضطراری نہ تھی بلکہ اس کے پس پشت بہت سے عوامل کارفرما تھے۔ مثلاً راجا رام موہن رائے کی تحریک نے بھی ان پر گہرا اثر چھوڑا۔ اس تحریک کے مقاصد کے بارے میں سب اہل الرائے حضرات متفق ہیں اور ان کی آرا میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس تحریک کے کئی پہلوؤں میں نئے علوم کا حصول، مذہب کی عقل سے تفہیم، سماجی اصلاح اور زبان و ادب کی ترقی اور سربلندی شامل ہیں اور اس ضمن میں تحریک سید احمد شہید، برہمو سماج، آریہ سماج اور دلّی کالج کی تحریک کے فکری، تہذیبی، سیاسی اور ادبی اثرات کو بالخصوص تلاش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علی گڑھ تحریک ایک سیاسی تحریک تھی تاہم اس نے اردو ادب کو نئی جہات سے بھی آشنا کیا۔ علی گڑھ تحریک کے حوالے سے مظہر حسین اپنی کتاب ''علی گڑھ تحریک سماجی اور سیاسی مطالعہ'' میں لکھتے ہیں:

''۱۸۵۷ء کی بغاوت کے نتیجے میں برطانوی ظلم اور زیادتی سے ہونے والے ذاتی نقصان اور قومی سانحے کی طرف سرسید کے حساس مزاج نے شدید ردعمل کا ثبوت دیا سرسید کے اس کامل یقین کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کو دوام حاصل ہوچکا ہے انھیں اس بات پر مائل کیا کہ وہ انگریزوں کا ساتھ دیں بعد میں بغاوت پر قابو پالینے کے نتیجہ میں انگریزوں کی جانب سے ہندوستانیوں پر جو ظلم اور زیادتی ہوئی اس کا کفارہ ادا کرنے کے لیے سرسید نے خود کو ملک و قوم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ اس صورتِ حال نے ایک نئے سرسید کو جنم دیا۔''(۴)

مقالہ کا چھٹا باب انجمن پنجاب کی تحریک پر مشتمل ہے۔ سال ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد ملک میں ایک تعطل پیدا ہوگیا تھا۔ اس تعطل کو دور کرنے اور زندگی کو از سر نو متحرک کرنے کے لیے حکومت کے ایماپر مختلف صوبوں اور شہروں میں علمی و ادبی سوسائٹیاں قائم کی گئیں ہیں۔ سب سے پہلے بمبئی، بنارس، لکھنؤ، شاہ جہاں پور، بریلی اور کلکتہ میں ادبی انجمنیں قائم ہوئیں۔ ایسی ہی ایک انجمن لاہور میں قائم کی گئی جس کا پورا نام ''انجمن اشاعت مطالبِ مفیدہ پنجاب'' تھا جو بعد میں **انجمن پنجاب** کے نام سے مشہور ہوئی۔ انجمن کا قیام جنوری 1865ء میں عمل میں لایا گیا۔ اس انجمن کے قیام میں ڈاکٹر لائٹر نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ لاہور میں جب گورنمنٹ کالج لاہور قائم ہوا ڈاکٹر لائٹر اس کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر لائٹر کو نہ صرف علوم مشرقی کے بقاء اور احیاء سے دلچسپی تھی بلکہ انھیں یہ بھی احساس تھا کہ لارڈ میکالے کی حکمت عملی کے مطابق انگریزی زبان کے ذریعے علوم سکھانے کا طریقہ عملی مشکلات

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

سے دوچار تھا۔ان باتوں کی بناء پر ڈاکٹر لائٹر نے اس خطے کی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا فیصلہ کیا۔اور انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب کی داغ بیل ڈالی۔سید احتشام حسین لکھتے ہیں:

> ''آزاد اور حالی کے زمانے میں ہندوستان کے سیاسی و سماجی حالات مختلف تھے۔ان دونوں کے نزدیک شاعری کا اثر قومی مذاق اور اخلاق پر یقینی تھا اس لیے انہوں نے شاعری کے اخلاقی پہلوئوں کی طرف بھی توجہ دی۔انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے قوم کو اخلاق ، صبر و استقلال اور محنت کرنے کی تلقین کی۔''(۵)

مشاعرہ انجمن کو بالعموم نئی شاعری کا نقطۂ آغاز شمار کیا جاتا ہے اور اس کا سہرا کرنل ہالرائیڈ کے سر باندھا جاتا ہے،اس باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نئی شاعری کی ابتدا محمد حسین آزاد نے کی اور کرنل ہالرائیڈ کی دل چسپی محض انتظامی نوعیت کی تھی۔اس تحریک کے بنیادی مقاصد اور تنقیدی، تخلیقی اور تحقیقی کارناموں کو تمام اکنافِ ہند میں پھیلنے کا موقع دیا۔چناں چہ اس کے خلاف رجعت پسند طبقے نے ردِ عمل بھی پیدا کیا۔تاہم یہ تحریک چوں کہ ترقی پسند نظریات کی حامل تھی اس لیے متذکرہ ردِ عمل پر غالب آگئی اور ترقی کے منازل تیزی سے طے کرنے لگی۔ان سب زاویوں سے دیکھیے تو تحریک انجمن پنجاب کی کامیابی اور اس کے دور س اثرات سے انکار ممکن نہیں۔

ساتواں باب اقبال کی تحریک پر مشتمل ہے۔انیسویں صدی کے اواخر میں جب اردو زبان کے مطلعِ ادب پر اقبال کا ظہور ہوا تو برصغیر میں سیاست،معاشرت، مذہب اور ادب کی متعدد تیز رویں آپس میں متصادم ہو چکی تھیں۔ڈاکٹر انور سدید نے اقبال کی تحریک کے پیش نظر اقبال کے اساتذہ اور اقبال کی نثر نگاری پر تفصیلاً بحث کی ہے۔چناں چہ اقبال کی تحریک کے ضمن میں شیخ عبدالقادر اور رسالہ ''مخزن'' کی تحریک کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔اقبال نے رومانوی تحریک کو بھی متاثر کیا البتہ رومانویت کی ابتدا میر ناصر علی دہلوی، محمد حسین آزاد اور شرر سے ہوئی۔

آٹھویں باب میں رومانوی تحریک کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔**رومانوی تحریک** کو عموماً سرسید احمد خان کی علی گڑھ تحریک کا ردِ عمل قرار دیا جاتا ہے۔کیونکہ سرسید احمد خان کی تحریک ایک اصلاحی تحریک تھی۔یہ دور تہذیب الاخلاق کا دور تھا اور تہذیب الاخلاق کی نثر عقلیت، منطقیت، استدلال اور معنویت کی حامل تھی۔مزید برآں تہذیب الاخلاق کا ادب مذہبی، اخلاقی، تہذیبی اور تمدنی قدروں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔اس جذبے اور احساس کے خلاف رومانی نوعیت کا ردِ عمل شروع ہوا اور جذبے اور تخیل کی وہ رو جسے علی گڑھ تحریک نے روکنے کی کوشش کی تھی ابھرے بغیر نہ رہ سکی۔ رومانویت اپنے عہد کی ایک فعال تحریک تھی اور اس نے بیشتر اصنافِ ادب پر مستقل اثرات ثبت کیے ہیں۔

ڈاکٹر انور سدید نے اپنے مقالہ ''اُردو ادب کی تحریکیں'' کے **نویں باب میں ترقی پسند تحریک** پر جامع انداز میں بحث کی ہے۔

۱۹۱۷ء میں روس میں انقلاب کا واقعہ،تاریخ کا ایک بہت ہی اہم واقعہ ثابت ہوا۔اس واقعہ نے پوری دنیا پر اثرات مرتب کیے۔دیگر ممالک کی طرح ہندوستان پر بھی اس واقعہ کے گہرے اثرات پڑے اور ہندوستان کی آزادی کے لیے جدوجہد میں تیزی آئی۔دوسری طرف ہندو مسلم اختلاف میں اضافہ ہوا۔ان حالات اور سیاسی کشمکش کی بدولت مایوسی کی فضا چھانے لگی، جس کی بنا پر حساس نوجوان طبقہ میں اشتراکی رجحانات فروغ پانے لگے۔ شاعر اور ادیب ٹالسٹائی کے برعکس لینن اور کارل مارکس کے اثر کو قبول کرنے لگے۔جبکہ روسی ادب کا بنیادی فلسفہ یہ تھا کہ مذہب کی حیثیت افیون کی سی ہے۔مذہب باطل تصور ہے۔ انسان کا سب سے بڑا مسئلہ معاش ہے۔اس طرح اس ادب کی رو سے سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے اور ادب کا کام مذہب سے متنفر کر کے انسانیت میں اعتقاد پیدا کرنا ہے۔اس طرح یہ نظریات ترقی پسند تحریک کے آغاز کا سبب بنے۔آل احمد سرور لکھتے ہیں:

Vol. 6 No.4 2023

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

> ”ترقی پسند تحریک دراصل اس نقطۂ نظر کے خلاف ایک احتجاج کے طور پر شروع ہوئی۔اس نے خونِ جگر کی اہمیت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ایک ادبی تحریک ایسا کر بھی نہیں سکتی۔لیکن اس نے خونِ جگر کے ساتھ فطرت کی رنگینی اور انسانی جدوجہد کی لالہ کاری پر بھی زور دیا۔کوسلر نے اپنی کتاب یوگی اور کمیسا (The Yogi and Commissar) میں ترجنیف کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لکھتے وقت گرم پانی کی بوتل پیروں کے قریب رکھتا تھا اور اپنا دریچہ کھلا رکھتا تھا۔ ہمارے یہاں یہ دریچے ایک عرصے تک بند رہے اور جب کھلے تو بعض لوگوں نے دریچے کی سیر ہی کو ادب سمجھا۔مگر پوری ترقی پسند تحریک دریچے کا ادب نہیں ہے اور نہ دریچے کی سیر ہے۔یہ دریچے تازہ ہواؤں اور نئے تصورات کے اندر آنے کے لیے اور اندر کے فتنوں کو دن کی روشنی میں لانے کے لیے ہیں۔“(۶)

حقیقت نگاری کی تحریک نے چوں کہ ترقی پسند تحریک کو کروٹ دی تھی،ترقی پسند تحریک کے خلاف شدید ردِ عمل اسلامی ادب کی تحریک نے ظاہر کیا تھا۔یہ دونوں تحریکیں ادب میں نقطۂ نظر کے بلاواسطہ اظہار کی نمائندہ تھیں۔

مقالہ کا دسواں باب حلقہ اربابِ ذوق کی تحریک پر مشتمل ہے۔اس تحریک کے ضمن میں حلقہ ارباب ذوق کی شاعری،افسانہ اور تنقید نمایاں ہے۔**حلقہ ارباب ذوق** اردو ادب کی سب سے فعال تحریکوں میں سے ایک ہے جو ابھی تک جاری و ساری ہے۔ترقی پسند تحریک اردو ادب کی ایک طوفانی تحریک تھی اس تحریک نے بلاشبہ خارجی زندگی کا عمل تیز کر دیا تھا چناں چہ اس تحریک کے متوازی ایک ایسی تحریک بھی مائل بہ عمل نظر آتی ہے جس نے نہ صرف خارج کو بلکہ انسان کے داخل میں بھی جھانک کر دیکھا جس کا نام ”حلقہ اربابِ ذوق“ ہے۔حلقہ اربابِ ذوق اور ترقی پسند تحریک کو بالعموم ایک دوسرے کی ضد قرار دیا جاتا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ داخلیت اور مادیت و روحانیت کی بنا پر ان دونوں میں واضح اختلاف موجود ہے۔ترقی پسندوں نے اجتماعیت پر زور دیا جبکہ حلقے والوں نے انسان کو اپنی شخصیت کی طرف متوجہ کیا،ایک کا عمل بلاواسطہ خارجی اور ہنگامی تھا جبکہ دوسری کا بلاواسطہ داخلی اور آہستہ ہے۔

گیارھویں باب میں تحریک ادبِ اسلامی پر مفصل بحث کی گئی ہے۔اسلامی ادب کی تحریک اردو ادب کی اہم ادبی تحریک ہے۔ ترقی پسند تحریک کے خلاف شدید رد عمل اسلامی ادب کی تحریک نے ظاہر کیا تھا۔یہ دونوں تحریکیں ادب میں نقطۂ نظر کے بلاواسطہ اظہار کی نمائندہ تھیں۔اسلامی ادب کی تحریک ترقی پسند تحریک کے خطوط پر استوار ہوئی اور دونوں سیاست کی بالادستی کی نذر ہو گئی۔

اسلامی ادب کی تحریک کی فکری اساس میں توحید،رسالت اور آخرت میں جواب دہی کے تصورات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔اس نظریہ کی ہمہ گیری یہ ہے کہ حیات کائنات اور انسان کے بارے میں کوئی ایسا سوال نہیں ہے جس کا واضح اور تسلی بخش جواب اس کے پاس نہ ہو۔ادب اسلامی کی اصطلاح کو ماضی میں اعتراضات اور غلط فہمیوں کی متعدد یلغاروں کا سامنا کرنا پڑا ہے،یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تحریک ادب اسلامی کے ابتدائی ایّام میں اس کی صف میں کہنہ مشق مقام و مرتبہ رکھنے والے ادیبوں اور شاعروں نے شامل ہونے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ تحریک ادب اسلامی نے اردو ادب کو بلاشبہ ایک سمت و رفتار عطا کی ہے عصر حاضر میں ترقی پسندی اور جدیدیت کے درمیان ایک تیسرا واضح اور نمایاں رجحان تعمیری ادب یا اسلامی ادب کا سامنے آیا ہے اس حلقہ سے وابستہ فنکاروں نے ہر صنف ادب میں کچھ نمایاں کوششیں ضرور کی ہیں۔

بارھواں باب پاکستان میں اردو ادب کی دو تحریکیں (پاکستانی ادب کی تحریک اور ارضی ثقافتی تحریک) پر مشتمل ہے۔ کسی بھی ملک کا ادب اس کے ماحول،معاشرت،مذہب،تہذیب و تمدن،اجتماعی خوابوں اور عوامی آرزوؤں کا ترجمان ہوا کرتا ہے۔قیامِ پاکستان کے بعد تخلیق پانے والے شعر اور نثری ادب کو ہم بجا

Vol. 6 No.4 2023

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

طور پر پاکستانی ادب قرار دے سکتے ہیں۔اس کی نمایاں خصوصیات کا مطالعہ کرنے سے قبل لازم ہے کہ پاکستانی ادب کی تعریف کا تعین کر لیا جائے۔ مختلف ادیبوں نے اپنے اپنے انداز میں اس کی تعریف وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔فیض احمد فیض کے بقول:

> ”پاکستانی ادب وہ ہے جس میں پاکستانی روایات، حالات، پس منظر اور بیش منظر سے مطابقت موجود ہو۔اس میں مقامیت کے مقاصد کے ساتھ آفاقیت بھی موجود ہے“۔

پاکستانی ادب کی تحریک نے جن فکری مسائل کو ابھارا تھا۔ان کی نسبتاً بدلی ہوئی صورت ارضی ثقافتی تحریک میں رونما ہوئی۔

کتاب کے آخر میں مختصر اختتامیہ پیش کیا گیا ہے جس میں نتائج مرتب کیے گیے ہیں۔یہ باب سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اس میں کتاط کے شروع میں تحریک کی ابتدا، فروغ اور زوال کے بارے میں جو نظریہ مرتب کیا گیا ہے وہ مختلف ادوار میں رونما ہونے والی تحریکوں پر بھی صادق آتا ہے۔چناں چہ یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور اپنی طبعی زندگی پوری کرنے کے بعد اپنے اثرات زمانے کے سپرد کر دیتی ہے۔

کتاب کی خصوصیات:

- ڈاکٹر انور سدید نے ایک وسیع مختلف الجہات اور متنوع موضوع پر کام کیا ہے۔
- ابتدائے تہذیب سے لے کر عہدِ حاضر تک کی ادبی تحریکوں کا تجزیہ تہذیبی، معاشرتی، سیاسی اور فکری عوامل کی روشنی میں کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔
- تحریک کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی پس منظر کو تفصیلاً اور مدلل انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔
- مقالے میں تحریکوں میں فکر کی ایک رو خالق اور مخلوق کے تعلق کو سامنے لاتی ہے۔مذہب کی بیش تر تحریکیں اسی بنیادی نقطے کو حل کرنے اور انسان کو ذہنی، معاشرتی اور تہذیبی رفعت عطا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔
- اس مقالے میں ہم دیکھتے ہیں کہ فکر کی دوسری رو معاشرتی نوعیت کی ہے اور یہ عالمی مساوات کو عمل میں لانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہی ہے۔
- مقالے کا ہر باب درحقیقت ایک کتاب کا موضوع رکھتا ہے اور اس میں جو مواد جمع کیا گیا ہے یہ بلاشبہ کئی کتابوں کی تالیف میں معاون بن سکتا ہے۔
- مقالے کو مناسب و معقول ضخامت میں پیش کرنے کے لیے انور سدید نے بہت سی تفصیلات کو اجمال میں سمیٹا اور طویل اقتباسات کو مناسب طور ہر قلم زد کر دیا۔
- ڈاکٹر انور سدید نے اپنے مقالے میں واقعات، بیانات اور شواہد سے غیر جانب دار اور ذاتی نتائج اخذ کرنے کی سعی کی ہے۔
- اس مقالے کی تیاری میں ڈاکٹر انور سدید نے بے شمار احباب سے معاونت لی۔چند ایک نام درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر وزیر آغا، ڈاکٹر سہیل بخاری، جمیل الدین عالیؔ، ڈاکٹر جمیل جالبی، مشفق خواجہ، ڈاکٹر فرمان فتح پوری

- چوں کہ یہ مقالہ جناب انور سدید نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے تحریر کیا، اسی وجہ سے تحقیق کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دلائل کو حوالہ جات کی صورت میں پیش کیا۔
- ہر باب کے آخر میں حوالہ جات کی فہرست ترتیب دی گئی ہے جس کی مدد سے ہم آسانی سے اصل متن کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔
- حواشی میں ”مصنف کا نام، کتاب کا نام، مکتبہ، شہر، سن اشاعت اور صفحہ نمبر“ درج کیا گیا ہے۔
- مقالے کے آخر میں محولہ کتابوں کے نام درج ہیں۔اربابِ ادب مزید مطالعے کے لیے ان کتابوں کی طرف بھی رجوع کر سکتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 6 No.4 2023

حوالہ جات

۱۔ انور سدید،ڈاکٹر،اردو ادب کی تحریکیں،انجمن ترقی اُردو پاکستان ، کراچی،۱۹۸۵ء، ص ۶۰

۲۔ ایضاً، ص ۲۸

۳۔ ضیاءالرحمن صدیقی،ڈاکٹر،اُردو ادب کی تاریخ،روشن پرنٹر، جامع مسجد، دہلی، س ن، ص ۴۹

۴۔ مظہر حسین، علی گڑھ تحریک سماجی اور سیاسی مطالعہ ،انجمن ترقی اردو(ہند)، نئ دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۳۷

۵۔ احتشام حسین، سید،اردو ادب کی تنقیدی تاریخ، قومی کونسل برائے فراغ اردو زبان، نئ دہلی،۲۰۰۹ء، ص ۱۲۳

۶۔ آل احمد سرور، ترقی پسند تحریک پر ایک نظر،انجمن ترقی اردو(ہند)، نئ دہلی، س ن، ص ۳۲۱

۷۔ فیض احمد فیض،انٹرویو: عمران نقوی،ادبی ایڈیشن،روزنامہ نوائے وقت،لاہور،۵ جنوری ۱۹۸۳ء